سلسلة مطوية بالأردو (169)

دین میں
کوئی بھی بدعت حسنہ نہیں
ليس في الدين بدعة حسنة

اعداد
ندیم اختر سلفی
داعية هندي
بجمعية الدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات
بحوطة سدير

جمعية الدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات في حوطة سدير
تحت إشراف وزارة الشؤون الإسلامية والدعوة والإرشاد

قبولِ حق میں کئی چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں۔ ان میں سے جہالت سب سے عام ہے ، اسی جہالت کے نتیجے میں آدمی حق اور اہلِ حق سے اعراض کرتا اور دشمنی کی حد تک چلا جاتا ہے ، اگر اس جہالت کے ساتھ حق سے چڑ ، حسد اور مسلکی تعصب اور جانب داری کو بھی شامل کرلیا جائے تو قبولِ حق میں یہ رکاوٹ اور مضبوط ہوجاتی ہے، اور اگر اس میں آباء و اجداد ، اولیاء اور محبوب لوگوں کی تقلید داخل ہوجائے تو عوام ہی نہیں بلکہ خواص کے لئے بھی حق کو قبول کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

دین میں بدعت کے انتشار اور پھیلاؤ میں عام طور پر یہی چیزیں سامنے نظر آتی ہیں جن کے نتیجے میں آدمی حق سے صرف دور ہی نہیں ہوتا بلکہ حق بیان کرنے والوں سے متنفر بھی ہوجاتا ہے ، اس کے بیان کو سننا نہیں چاہتا ، اس کی مجلس میں حاضری سے گریز کرتا ہے ، وہ سمجھنے لگتا ہے کہ بس حق وہی ہے جو اس کے امام، مسلک ، علماء اور محبوب لوگوں نے سمجھا دیا ہے ، دین کے لئے یہ نظریہ اور فکر نہ صرف اس کے لئے بہت نقصان دہ ہے بلکہ اس سے دین کی بھی اصلی شکل عوام تک نہیں پہنچ پاتی، یہ بات اگر ہم سمجھ جائیں کہ حق کی پہچان کبھی بھی آدمی یا شخصیت سے نہیں ہوتی بلکہ اس کی پہچان صرف دلیل یعنی قرآن وحدیث سے ہوتی ہے ، اور یہی بنیاد آدمی کے حق اور ناحق ہونے کے لئے بھی معتبر ہے ، جو شریعت کے نصوص کا جتنا پابند ہوگا وہ حق سے اتنا ہی قریب ہوگا۔

علماء کی زبانی جب بھی بدعت کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے دین میں ہی بدعت مراد ہوتی ہے دنیا کی بدعت نہیں ، اس معاملہ میں عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی خلط ملط کے شکار نظر آتے ہیں، وہ دین میں

بدعت کے مقابلے میں فوراً دنیاوی بدعتوں کو پیش کرنے لگتے ہیں اور دنیاوی بدعات کو دورِ نبوی اور دورِ صحابہ وتابعین پر چسپاں کرنے لگتے ہیں کہ یہ چیزیں تو اس دور میں بھی نہ تھیں۔

دین میں کسی بھی بدعت کی گمراہی کا فیصلہ خود ساختہ نہیں، کسی عالم یا مسلک کی طرف سے نہیں بلکہ یہ حکم خود صاحبِ شریعت نے لگایا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے خود ہی فیصلہ کردیا کہ : (وَشَرُّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ) (مسلم ح: 867، نسائی ح : 1578، ابن ماجہ ح: 45 بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ) (یعنی بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے)، اور عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: (وإياكم ومحدثاتِ الأمورِ فإن كلَّ محدثةٍ بدعةٌ وكلَّ بدعةٍ ضلالةٌ) (ابو داؤد ح: 4607) (یعنی دین میں نئی چیزوں سے بچو ، بے شک ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر نئی بات یعنی بدعت گمراہی ہے)، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے : (مَن أَحدَثَ في أَمْرِنَا هذا ما ليسَ فِيهِ، فَهو رَدٌّ) (بخاری ح: 2697، مسلم ح: 1718) (جس شخص نے ہمارے دین میں کسی نئی چیز کو ایجاد کیا جس کا ہمارے دین میں کوئی ذکر نہیں تو ایسی چیز مردود ہے)، دین میں بدعت ایجاد کرنے والے ہی صرف گنہ گار نہیں ہوں گے بلکہ اس پر عمل کرنے والے بھی اس گناہ میں شریک ہوں گے۔

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (مَن عَمِلَ عَمَلًا ليسَ عليه أمْرُنا فَهو رَدٌّ) (بخاری ح: 2697، مسلم ح: 1718) (یعنی جو ایسا کام کرے جو ہماری شریعت میں نہیں تو وہ کام مردود ہے)۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہی سمجھتے تھے کہ دین میں ہر بدعت گمراہی ہے گرچہ کوئی اسے اچھی بدعت کیوں نہ کہے۔ ان کا قول ہے : (كلُّ بدعةٍ ضلالةٌ، وإن رآها الناسُ حسنةً) (ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا کہیں) (دیکھئے: ابن بطہ کی کتاب "الإبانہ (205) اور امام لالکائی کی کتاب" شرح أصول أهل السنہ (126)۔

اسی ضمن میں اپنے دور کے مدینہ منورہ کے سب سے بڑے محدث حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول بھی ہمیشہ ہمارے سامنے ہونا چاہئے جس میں انہوں نے کہا تھا: (مَن ابتدع في الإسلام بدعةً يراها حسنةً ؛ فقد زعم أن محمدًا ﷺ خان الرسالة ؛ اقرؤوا قول الله تبارك وتعالى: (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا) فما لم يكن يومئذٍ دينًا لا يكون اليوم دينًا) (دیکھئے : امام الشاطبی کی "الاعتصام" 1/64) (یعنی جو شخص دین میں کوئی بدعت کا کام جاری کرتا ہے اور اسے نیکی تصور کرتا ہے، گویا وہ یہ سمجھتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے رسالت کے کام میں (معاذاللہ) خیانت کی۔ حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کی تکمیل کر دی، اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور اسلام کو میں نے بطورِ دین تمہارے لئے پسند فرما لیا ہے، اور جو کام نبی اکرم ﷺ کے دور میں دین نہیں تھا، وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتا)۔

اس لئے بغیر کسی شک کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ قبروں پر مسجد اور قبہ بنانا، اس پر پردہ اور چادر چڑھانا بدعت ہے ، کسی کی ولادت یا وفات پر جشن منانا جیسا کہ جشنِ میلاد النبی بدعت ہے ، جشنِ شبِ معراج اور جشنِ شبِ برات منانا اور ان میں کسی عبادت کو خاص کرنا چاہے وہ نماز، روزہ، قرآن کی تلاوت اور قبرستان کی زیارت جیسی عبادت ہی کیوں نہ ہو بدعت ہے۔

شریعت سے ثابت وسیلہ کو چھوڑ کر کسی وفات شدہ شخص کا وسیلہ لینا، کسی کے مرتبہ، بزرگی اور شرف کا وسیلہ لینا بدعت ہے ، قبرستان میں کسی مردے کو دفن کرنے کے بعد یا عام دنوں میں قبرستان کی زیارت کے وقت فاتحہ خوانی کے نام سے قبر پر سورہ فاتحہ کے ساتھ قرآن کی اور بھی دیگر سورتوں اور آیتوں کی تلاوت کرنا، درود پڑھنا، قبر پر آذان دینا بدعت ہے، برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش میں کسی کی وفات پر اجتماعی قرآن خوانی بدعت ہے ، قبر پر جاکر جھک کر سلام کرنا بدعت ہے، قل خوانی، چہلم، اولیاء اور پیر کی میلاد اور گیارہویں بدعت ہے اور یہ تمام بدعتیں گمراہی ہیں، ان بدعتوں کو بدعت حسنہ کہنا دین پر دست درازی ہے ، رسول کے ساتھ معاندانہ رویّہ اختیار کرنا ہے اور رسول کے بارے میں یہ گمان کرنا ہے کہ انہوں نے دین پہنچانے میں خیانت سے کام لیا (نعوذ باللہ) کیونکہ رسول تو دین میں ہر بدعت کو گمراہی بتا رہے ہیں لیکن لوگ اسے حسنہ کہہ رہے ہیں!

جہاں تک حدیث: (مَن سَنَّ فِي الإسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً) (مسلم ح: 1017) (جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کرے گا)، اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول: (نِعْمَ البِدْعَةُ هٰذِه) (بخاری ح: 2010) (کتنا اچھا طریقہ ہے یہ) ، تو حدیث میں دین میں نیا طریقہ ایجاد کرنے والوں کی تعریف نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پرانے طریقے کو زندہ کرنا، اسے ظاہر کرنا اور اس کی طرف لوگوں کو بلانا ہے ، کیونکہ جو نبی ہر بدعت کو گمراہی کہیں وہ کسی اور مقام پر بدعت کی تعریف کیسے کرسکتے ہیں اور بدعت کے ایجاد پر کیوں کر ابھار سکتے ہیں؟ اور حدیث کا یہ معنی حدیث کا سبب خود ہی متعین کرتا ہے اس لئے کہ جس عمل کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ کہا تھا وہ سب پہلے سے شریعت میں موجود ہے، اس کی اصل دین میں پائی جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت عمر کے قول سے بھی بدعت کے حسنہ ہونے پر استدلال کرنا باطل ہے کیونکہ رمضان المبارک کا یہ قیام اللیل، جسے بعد میں تراویح کہا جانے لگا نبی ﷺ سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ باجماعت تین راتیں قیام فرمایا جبکہ چوتھی رات اس اندیشہ کی وجہ سے قیام نہ فرمایا کہ کہیں یہ مسلمانوں پر فرض نہ ہوجائے، لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نوایجاد نہیں بلکہ شریعت میں اس کی اصل موجود ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی تو دین میں ہر نئی چیز کو جو حصولِ ثواب کی خاطر کی جائے بدعت اور گمراہی کہیں اور لوگ اسے حسنہ اور اچھی بدعت کہنے پر اصرار کریں؟ جب دین مکمل ہے تو مسلمانوں میں پھیلی بدعتیں جن کی دین میں کوئی اصل موجود ہی نہیں دین کا حصہ کیسے بن سکتی ہیں؟ بدعت کو حسنہ کہنے والے دین کو ناقص سمجھ رہے ہیں تبھی تو حسنہ کہا جارہا ہے ، کسی چیز کے حُسن یا قبح کا فیصلہ کیا انسان کے جذبات اور اس کے مزاج کے مطابق ہوگا یا شریعت سے اس کا فیصلہ ہوگا؟ اگر یہ ساری بدعتیں واقعی حسنہ اور اچھی ہیں تو پھر نبی ، صحابہ ، تابعین اور تبع تابعین نے ان پر عمل کیوں نہیں کیا؟ کیا بدعت حسنہ کہنے والے اپنے نبی اور صحابہ سے خیر میں آگے بڑھنے والے ہیں؟ اگر دین میں بدعت حسنہ کا دروازہ کھول دیا جائے تو ہر بدعتی اپنے مزاج کے مطابق اس عمل کو اچھا کہے گا اور اس کی دعوت دے گا، اور اس سچائی سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ دین میں جب بھی بدعتوں کا ظہور ہوا ہے تو اس کے مقابل سنتوں کو دفن کردیا گیا، دین کی اصل شکل پردے کے پیچھے رہ گئی اور بدعتوں نے اسٹیج کی جگہ لے لی، دورِ اوّل کے بزرگوں کے اقوال اس کی گواہی دیتے ہیں، اس لئے دین میں کسی بھی بدعت کو حسنہ کہنے کی جسارت نہ کی جائے اس سے رسول پر تہمت اور دین میں نقص لازم آتا ہے۔